کشمیر بزور شمشیر ۔ قسط :18

تاریخ جموں وکشمیر

ابو محمد عبدالوہاب خان

18-6-78 جنرل ضیاء الحقؒ نے پاکستان کو چین سے ملانے والی ''شاہراہ قراقرم'' کا افتتاح کیا۔

24-6-78 کشمیر کے محاذ پر پاک بھارت افواج کی جھڑپ ہوئی۔

30-9-78 بھارتی طیارہ اغوا کر کے پاکستان لانے والے 6 کشمیریوں کو ایک ایک ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔

30-10-78 آزاد کشمیر کے صدر سردار ابراہیم سبکدوش ہوئے۔ بریگیڈیئر محمد حیات کو صدر مقرر کیا گیا۔

3-1-79 قیوم لیگ کو بحال کر دیا گیا۔

7-1-79 سکھوں کے مذہبی مقامات کا مکمل تحفظ کیا جائے۔ (جنرل ضیاء الحق)

20-2-79 آزاد کشمیر میں بھی ''اسلامی قوانین'' نافذ کر دیے گئے۔

24-4-79 بھارت میں 30 فوجی آفیسر پاکستان کے لیے جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہوئے۔

6-9-79 مسئلہ کشمیر عالمی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ ہوانا کانفرنس میں ضیاءؒ کی تقریر

15-11-79 مسئلہ کشمیر حل کیے بغیر پاکستان اور بھارت میں حقیقی دوستی قائم نہیں ہوسکتی۔ صدر ضیاؒ

11-4-80 مسئلہ کشمیر سے متعلق ویت نامی وزیر اعظم کے بھارت نواز بیان پر احتجاج کرتے ہوئے پاکستان نے ہنوئی میں اپنا سفارت خانہ بند کر دیا۔

21-7-80 آزاد کشمیر میں پہلی یونیورسٹی قائم کی گئی۔

28-7-80 بھارت کے خلاف سری نگر میں مکمل ہڑتال۔ بھارتی فوج کی فائرنگ سے 4 کشمیری ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔

17-9-80 سابق صدر آزاد کشمیر عبدالحمید خان پر اثاثوں کے آرڈیننس کی خلاف ورزی کی بنا پر جرمانہ عائد کیا گیا۔

16-12-80 پاکستانی خطرے کے پیش نظر ہم نے بھارتی فوج کو چوکس کر دیا ہے۔ اندرا گاندھی

26-12-80 پاکستان شملہ معاہدے کے تحت مسئلہ کشمیر کا حل چاہتا ہے۔ وزیر خارجہ آغا شاہی

4-6-81 آزاد کشمیر فوج کا سابق کمانڈر انچیف میجر جنرل محمد زمان کیانی اسلام آباد میں وفات پا گیا۔

11-6-81 بھارت پاکستان کی خود مختاری کا احترام کرتا رہے گا۔ نرسیما راؤ کا کراچی میں خطاب

22-6-81 آزاد کشمیر کے سابق صدر K.H خورشید کو 7 سال کے لیے سیاست میں حصہ لینے سے نااہل قرار دیا گیا۔

اسلامی زندگی قسط:10

صحابہ کرام ؓ روئے زمین کا افضل طبقہ

مشاجرات صحابہ کرام ؓ میں اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف

عبدالرحیم روزی

حضرت عثمان ؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد صحابہ کرام ؓ کے درمیان اختلافات رونما ہوئے ،جن کا تعلق عقیدے اور نظریہ،اسلام اور کفر سے ہرگز نہ تھا' بلکہ سیاسی اور اجتہادی قسم کا تھا۔

بادیٔ النظر میں انسان ان نفوس قدسیہ کے فضائل واوصاف اوران اندوہناک واقعات میں تقابل کرتا ہے تو محوحیرت رہ جاتا ہے کہ افراد انسانی کے اس طبقے نے اسلام کی راہ میں سب سے قیمتی سرمایہ، جان ومال اور رشتہ داروں کو تج کیا اور شدید ترین تکالیف برداشت کیں،وہ اپنے سیاسی اختلافات میں صبروثبات کا مظاہرہ کیوں نہ کرسکے؟ اس کا سادہ جواب یہ ہے:

{1} اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کردیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوکر ہی رہتا ہے ﴿ وکان أمر اللّٰہ قدرا مقدورا﴾ (الأحزاب:۳۸) حتیٰ کہ اس قسم کی کچھ پیشگوئیاں خود رسالت مآب ﷺ سے بھی ملتی ہیں ۔ایک بار آپ ﷺ نے جناب حسن ؓ کے متعلق فرمایا:''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرے گا۔''(بخاری، کتاب الصلح) صلح تبھی ہوگی جب آپس میں تنازعہ ہوگا۔

صحابہ کرام ؓ خود بھی پریشان تھے ۔اسی لیے بہت سے صحابہ کرام ؓ نے ان فتنوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی ۔اور حصہ لینے والے صحابہ کرام ؓ بھی ایک دوسرے کی خوب تعظیم وتکریم کرتے تھے ۔ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے اور خیرخواہی سے پیش آتے ۔ایک دوسرے کی شہادت پر رحم کی دعا کرتے تھے ۔حضرت علی ؓ نے جنگ جمل میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ ؓ کی شہادت پر ﴿إنا للّٰہ وإنآ إلیہ راجعون﴾ پڑھا اور فرمایا:(واللہ لقد کنتَ کارھاً لھذا)''اللہ کی قسم :آپ اس (جنگ) کو پسند کرنے والے نہیں تھے۔'' پھر آپ گھوڑے سے اترے اور اس کے ماتھے سے گردوغبار پونچھتے ہوئے یہی آیت پڑھنے لگے:﴿ وکان أمر اللہ قدراً مقدوراً﴾(رسالۃ الثقلین ،ایران عدد ۳۵ ص ۱۲٤) اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں برسرعام عقیدت واحترام کے جذبات کا اعتراف کیا اور جنگ میں ایک دوسرے سے حاصل کردہ مال کو غنیمت بنایا نہ قیدیوں کو غلام ۔اور آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی محمد کے ساتھ باعزت مدینہ منورہ بھیج دیا۔(مشجر الأولیاء ص ٦٥) جناب امیر المؤمنین علی امرائے امصار کی طرف بھیجے گئے ایک مکتوب گرامی میں جنگ صفین میں مخالف کے ساتھ پیش آنے والے واقعات بیان کرتے ہوئے اپنے موقف کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:''وکان بدؤ أمرنا أنا التقینا والقوم من أھل الشام والظاھر أن

ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا في الإسلام واحدة ولا نستزيدهم في الإيمان بالله والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا ،الأمر واحد إلا ما اختلفنا فيه من دم عثمان ونحن منه براء ‘‘ ہمارے معاملے کا آغاز اس طرح ہوا کہ ہم اور اہل شام آپس میں الجھ گئے، یہ چیز بالکل عیاں تھی کہ ہم سب کا رب ایک، نبی ایک اور دعوت ایک تھی۔ہم ان سے اللہ پر ایمان لانے اور رسول اللہ کی تصدیق میں اضافے کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے، نہ وہ ہم سے ایسا مطالبہ کر رہے تھے۔دونوں کا معاملہ ایک تھا، سوائے اس کے کہ حضرت عثمان کے خون ناحق کے بارے میں ہم میں اختلاف پیدا ہوا، جبکہ ہم ان کے خون سے بریٔ الذمہ ہیں۔[نهج البلاغة ص:٤٤٨]

{2} ایک ہی ماں باپ کے بیٹوں کے خیالات اور اخلاق وسلوک میں بسا اوقات بعد المشرقین ہوتا ہے۔﴿ فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ﴾(الروم:٣٠) صحابہ کرام بھی آدم زادہی تو تھے، کوئی ماورائی مخلوق نہیں تھے کہ اپنے دور اور معاشرے کے ہیجان انگیز واقعات اور نظریات سے اثر انداز نہ ہوں۔دیکھیے خود بنو ہاشم کے نظریات وخیالات ایک جیسے نہ تھے۔یہ عباسی ہے تو وہ علوی، آغاز تحریک میں ساتھ تھے مگر کامیابی کے بعد دونوں کے راستے جدا ہو گئے۔عباسی دورِ حکومت چند کمزوریوں کو چھوڑ کر اسلامی تاریخ کا ایک درخشاں عہد ہے۔مگر مسلمانوں کا ایک طبقہ انہیں غیر شرعی اور ظالم قرار دینے میں ادھار کھائے بیٹھا ہے۔(ماهنامه تدريس القرآن كراچی/مئی ٢٠٠٧)

پھر خود عباسیوں کے اندر اکھاڑ پچھاڑ کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہوا۔خود جناب عقیل حضرت علی سے روٹھ کر حضرت امیر معاویہ کے پاس شام چلے گئے، جہاں انہیں خوب پذیرائی ملی۔جناب حسن نے اپنے والد محترم کی روش کے برخلاف حضرت امیر معاویہ سے صلح کیا اور مسلک اثنا عشریہ مکتب فکر کے مطابق امام کا عمل حجت ہوتا ہے۔پھر آپ کے بھائی جناب ابوعبداللہ الحسین نے بھی اپنے بھائی کی مصالحت کو برقرار رکھا۔امیر معاویہ کی وفات کے بعد اہالیان کوفہ کی بے وفائی کے نتیجے میں خود دعوے دارانِ محبت اہل بیت کے ہاتھوں مظلومانہ شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔اس کے بعد باقی ماندہ ائمہ اہل بیت عظام نے اپنی ساری توجہ علوم نبوت کی نشر واشاعت اور اصلاح نفس میں صرف کی اور حصول سلطنت وجہان بانی کے تصور کو خیر باد کہہ دیا۔یہاں تک کہ امام باقرؒ نے فرمایا: **’’جو بھی میرے خاندان کے قائم (امام مہدیؒ) سے پہلے خروج کرے گا‘ وہ ایسا چوزہ ہوگا جو اڑ گیا ہو اور بچوں کا کھلونا بن گیا ہو‘‘** (بحار الأنوار، ضربِ مؤمن دسمبر 2004)

امام زید بن علیؒ نے 121ھ میں اموی خلیفہ ہشام کے خلاف خروج کیا تو امام جعفر صادقؒ نے خروج سے شدید منع کیا۔اسی طرح جناب محمد نفس زکیہؒ نے 145ھ میں خلیفہ منصور عباسی کے خلاف خروج کیا تو حضرت امام جعفر صادقؒ وغیرہ الگ تھلگ رہے۔امام حسن عسکریؒ کے ایک بھائی جعفر کو’’الکذاب‘‘ قرار دیا گیا۔ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید العمریؒ امام زمانؒ کی غیبت صغریٰ کے

دوران آپ اور لوگوں کے درمیان سفیر ددم تھا، تو ان کے ہی بھائی احمد بن محمد اور منصور صلاح جھوٹے سفیر قرار دیے گئے۔(رسالة الثقلين عدد ٣٧/١٦٦)

خود مسئلہ امامت جیسے اہم موضوع پر اختلاف آج تک موجود ہے کہ آیا یہ متبرک دروازہ قیامت تک کھلا ہے یا بند ہو چکا ہے؟ اثنا عشریہ کے نزدیک یہ سلسلہ امام جعفر صادقؒ کے بیٹے امام موسی الکاظمؒ کی اولاد میں جا کر امام حسن عسکریؒ کے بیٹے امام مہدی تک پہنچ کر ختم ہو چکا ہے اور وہ آج تک زندہ ہے۔ایک خیال کے مطابق سر من رأی کے غار میں چھپا ہوا ہے، جبکہ ایک اور رائے کے مطابق لوگوں میں گھل مل کے رہتا ہے۔باقاعدہ حج کے لیے آتا ہے، دوسروں کو دیکھتا ہے، دوسرے اسے نہیں دیکھ پاتے اور روئے زمین پر خدم وحشم کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے، مگر کسی کو پہچان نہیں ہوتی۔(ماھنامہ پیام زینب 56، ص : 26 ماہ ستمبر 2006بحوالہ اصول کافی کتاب الحجة باب في الغَيبة، كشف الغمة 283/3)

جبکہ اسماعیلیہ کا خیال ہے کہ امامت امام جعفر صادقؒ کے دوسرے بیٹے اسماعیلؒ کی اولاد میں منتقل ہوئی ہے۔اسماعیلی چھ اماموں کے بعد زندہ اور حاضر امام کے قائل ہیں۔(رسالة الثقلين عدد٣٧ ص ٩٢) جبکہ زیدیہ منصب کا حقدار امام زیدؒ بن زین العابدینؒ کو قرار دیتے ہیں۔اور دونوں کے نزدیک کوئی غیر فاطمی بھی امام بن سکتا ہے۔یہی کچھ داستان الم خوارج کے ساتھ بھی بیتی۔ نوربخشیہ روش ہمدانیہ بھی بارہ ائمہ کے قائل نہیں، بلکہ سلسلة الذھب امام علی رضاؒ کے بعد ان کے شاگرد معروف کرخیؒ کی طرف منتقل ہوتا ہے، جو ایک پابند سنت ہستی تھے۔[مشجر الأولياء]

پیالہ وساغر جیسی فکر رکھنے والی امامیہ پارٹی سے مرور زمانہ کے ساتھ متضاد خیالات کی حامل پارٹیاں منصۂ شہود پر آئیں۔صرف یہی نہیں بلکہ ہر امام کے دور میں بہت سے فرقے وجود میں آئے، جو ایک دوسرے کے امام کی امامت سے انکاری تھے۔اس کے عشر عشیر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف نہیں تھا۔[فرق الشيعة للنوبختي ص: 113 ، الملل والنحل للشهرستاني ، الأرشاد للأربلي ص:285، أعلام الورىٰ ص: 367، المعارف لابن قتيبة]

جب ہم انسانی معاشرے میں رونما ہونے والے اختلافات کو دیکھتے ہیں تو صحابہ کرام ﷺ کے مابین پیش آمدہ اختلافات کو سمجھنے میں دقت نہیں لگتی۔اس وقت حالات ہی ایسے ہو چکے تھے کہ ایک عام فرد کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کون مکمل طور پر حق بجانب ہے اور کون اس سے دور؟ لہٰذا اس وقت کے معروضی حالات کا جائزہ آج کے تناظر میں لینا کسی طور قرین انصاف نہیں۔ خصوصاً بعض تاریخی حکایات وواقعات باہم متعارض بھی ہیں اور واقعات کے نقل میں ناقلین کے فہم وذکاوت اور حفظ وصلاحیت سے کہیں بڑھ کر سیاسی وابستگیوں اور ذاتی رجحانات وغیرہ عوامل ومحرکات کا دخل رہا ہے۔

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں: جب حضرت سہل بن سعد ﷺ جنگ صفین سے لوٹے تو ہم خبر پوچھنے گئے......انہوں نے کہا:(وما